شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ

(م سنہ ۱۰۴۲ھ)

ایک نایاب مخطوطہ "مناقب العارفین" کی روشنی میں

از مولانا محمد ارشد اعظمی فاضل مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد۔

ہ طیب فاروقی بنارسی قدس اللہ سرۃ العزیز گیارھویں صدی ہجری میں سرزمین بنارس کے الم دین و باکرامت ولی اللہ گزرے ہیں۔ احیائے سنّت و احکام شریعت کے عمل و نفاذ ناثانی نہیں رکھتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ مگر ۂ وسطی کے عام تاریخی ماخذ اس عظیم ترین ہستی کے کارناموں سے یکسر خالی ہیں شاہ طیب فاروقی ریؒ کے خلیفۂ اقدس شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ نے اپنے ملفوظات "مناقب العارفین" میں شاہ طیبؒ کے حالات و کمالات کو قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ مناقب العارفین فارسی کا ایک قلمی نسخہ بحالتِ شکستہ کرم خوردہ شہر بنارس کے کتب خانہ مظہر العلوم میں موجود ہے۔ میں اپنے ذوق و کاوش سے اس کی اردو تلخیص پیش کر رہا ہوں۔ جس میں شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ کے فضل و کمال اور آپ کے خلفاء کا مختصر تذکرہ ہے۔

خالق کائنات نے تخلیقِ آدم کے بعد ہی سے اشرف المخلوقات کو خالص اپنی عبدیت کی کھانے اور گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کو اپنی معرفت کی تابانی عطا فرمانے کے لئے اپنے

برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ہر زمان و مکان میں کوئی نہ کوئی قدسی نفس ضرور آیا۔ جس نے اپنی مسیحائی سے باطل کے پرستاروں اور خوابِ غفلت کے متوالوں کو جھنجھوڑا اور بیدار کیا۔ یہی عبدیت اور معرفت کا نسخۂ کیمیا، ہدایت و رحمت کا خزینہ لے کر آفتابِ عالم تاب رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ پھر اس شمعِ ہدایت کے پروانوں نے اپنے اخلاق کردار کی ضیاء بار کرنوں سے سارے عالم کو جگمگایا اور اس کے بعد تو رشد و ہدایت کے چاند تارے افقِ عالم پر نمودار ہوتے ہی چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی لطف و رحمت کبھی صدیقؓ و فاروقؓ بن کر نمایاں ہوئی کبھی ذی النورینؓ و شیرِ خداؓ بن کر چمکی، تو کبھی حسن بصریؒ و عمر بن عبدالعزیزؒ بن کر اُفقِ عالم پر نمودار ہوئی اور کبھی امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے عکسِ جمیل میں جلوہ فگن ہوئی تو کبھی ابراہیم بن ادہمؒ و فضیل بن عیاضؒ بن کر سایہ زن ہوئی اور کبھی سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ و خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ہیئتِ نورانی میں رونما ہوئی تو کبھی قطب الدین بختیار کاکیؒ و بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ہاتھوں چشمۂ فیض بن کے رواں ہوئی اور پھر نصیرالدین چراغ دہلیؒ و نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ روحانیت میں تسکین کا پیام دے گئی اور کبھی شیخ تاج الدین جھوسویؒ اور شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ کی مسندِ ارشاد سے گھٹا بن کے برسی اور ایک عالم کو سیراب کر گئی اور یہ بھی نظامِ قدرت تھا کہ شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ کی خانقاہ "شریعت آباد بنارس" سے روحانیت کے تاجدار قطب الاقطاب دیوان عبدالرشید جونپوریؒ مولانا شیخ ناصرالدینؒ اور حضرت مخدوم شاہ محمد یسین بنارسیؒ جیسے مایۂ فخرِ روزگار نکھر کر سنور کر اُبھرے ہیں، یہ وہ شاہ طیب ہیں جنہیں "شریعت پر کمالِ استقامت" کی دولت نصیب تھی، اور جو "در اجراء امور شرعی بے تاب بود" کے مصداق تھے، سرزمین بنارس کو یہ سعادت اور فخر حاصل ہے کہ شاہ طیب فاروقیؒ جیسی یگانۂ روزگار صاحبِ فضل و کمال ہستی اس پر گذری ہے، سلفِ صالحین کے حالات، اولیاء اللہ کے تذکرے ملت کا اثاثہ اور تاریخ کا سرمایہ ہیں اسی میں ایمان و روحانیت کا درس ملے گا، تعلیم و تربیت کا نمونہ ملے گا، اتحاد و یکجہتی کا پیام ملے گا، سرور و محبت کا کیف آور جام ملے گا، یہ مردانِ حق آگاہ وہ ہیں جن کی بارگاہِ عالی سے اہلِ دنیا

کو انسانیت کا پیام ملا، توحید و معرفت کا پیغام ملا، اور شاہ طیب بنارسیؒ بے شک انھیں مردانِ حق آگاہ میں سے ہیں آج کی بزمِ نورانی میں آپ ہی کا تذکرۂ زرّیں موضوعِ سخن ہے، عام مؤرخین کے تاریخی مآخذ آپ کے تذکرہ سے خالی ہیں مگر شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ اپنے ملفوظات "مناقب العارفین" فارسی قلمی میں آپ کو بایں القاب و آداب نذرانۂ عقیدت پیش فرماتے ہیں کہ "شیخ الاسلام والمسلمین شیخی و مولائی و مقتداء العالمین حضرت شیخ طیب بن معین الدین البنارسی آں فردِ یگانہ آں غوثِ زمانہ آں جامع معانی و دقائق آں منبع اسرار و حقائق آں نہنگ دریائے شریعت آں شیر بیشۂ طریقت آں شاہبازِ عالم ملکوت آں بلند پرواز بفضائے لاہوت الخ[۱]۔ شاہ

(۱) ولادت و نسب: طیب بنارسیؒ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے شاہ صاحبؒ کے جدِ اعلیٰ حضرت شیخ[۲] قطب فاروقیؒ سرزمینِ عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور موضع "بہتری" ضلع غازی پور میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی جگہ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ خلیل فاروقیؒ کی ولادت ہوئی، شیخ خلیل فاروقی جب جوان ہوئے تو ضلع اعظم گڈھ کے ایک گاؤں "منجھوارہ" چلے آئے اور یہیں رہ پڑے، آپ کے دو پوتے حضرت شیخ فرید قطب فاروقیؒ اور حضرت شیخ داؤد قطب فاروقیؒ تحصیلِ علم کی غرض سے بنارس آئے تو تکمیلِ علوم کے بعد بنارس ہی کو اپنا وطن بنالیا اور یہیں شادی وغیرہ بھی کرلی، حضرت شیخ قطب فاروقیؒ کی اولاد

---

[۱] مناقب العارفین فارسی قلمی ص ۳

[۲] مولانا عبد السلام نعمانی بنارسی نے اپنی کتاب "مشائخ بنارس" میں شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ کے . . . . جدِ اعلیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ "آپ کے جدِ اعلیٰ شیخ ولایت عرب کی طرف سے ہندوستان تشریف لائے (ص ۳۲)" جب کہ مناقب العارفین ص ۴ پر صاف طور سے یہ لکھا ہوا ہے کہ "جدِ اعلیٰ وی قدوۃ الصالحین زبدۃ المتورعین شیخ خلیل فاروقی از جانب زمین عرب بایں ولایت تشریف آوردہ" (ص ۴۔ تشریف کا نقطہ کرم خوردہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "شریف" ہے حالانکہ غور و فکر کے بعد "تشریف" معلوم ہوتا ہے) اب نہ معلوم کن مآخذ کی بنیاد پر مولانا نعمانی نے یہ کیسی تاریخ بیانی میں جدِ اعلیٰ "شیخ ولایت" کو ٹھہرا دیا ہے اس کا کوئی حوالہ درج نہیں ہے، مولانا کی تحریر میں کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ جدِ اعلیٰ کے بعد اور ولایت سے قبل "شیخ" کا لفظ موجود ہے لہٰذا یہ اضافۂ شیخ تاویل کی راہ جواز بھی متعین نہیں کرسکتا، اغلب یہ ہے کہ مولانا عبد السلام نعمانی صاحب سے یہاں فہمِ عبارت میں چوک ہوئی ہے، محمد ارشد عفا اللہ عنہ۔

چونکہ زیادہ ہوگئیں اور سب ہی نے مضافات غازی پور و مقامات اعظم گڈھ و بنارس میں بود وباش اختیار کرلی، اسی طرح شیخ فرید و شیخ داؤدؒ سے بنارس میں جو سلسلۂ اولاد چلا اُن میں حضرت شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ حضرت شیخ داؤدؒ کی ہی اولاد میں اُن کے پڑپوتے ہیں نسب نامہ یوں ہے شاہ طیب بنارسیؒ بن شیخ معین الدینؒ ابن حضرت شاہ حسن داؤدؒ بن شیخ داؤدؒ[1] تاریخ ولادت وسن کی نشاندہی نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ معین الدینؒ نے تیس سال کی عمر میں وصال فرمایا اُس وقت شاہ طیبؒ کی عمر شریف دس سال کی تھی، والدہ ماجدہ بقیدِ حیات تھیں مگر پرورش آپ کی پھوپھی صاحبہ نے فرمائی۔ جب حضرت شاہ طیب بنارسیؒ کے والدِ محترم شیخ معین الدینؒ

(۲) تعلیم و تربیت

کی رحلت ہوئی تو اُس وقت شاہ صاحبؒ قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اس سے فراغت کے بعد فارسی کی کچھ کتابیں پڑھیں، اِسی درمیان بنارس ہی کے اُستاذ الفضلاء شیخ نظام الدین بنارسیؒ کی درسگاہ میں حاضر ہوگئے اور صرف ونحو کی کتابوں کا درس لیا، شیخ نظام الدینؒ اپنے یہاں تحصیلِ علم کے دوران شاہ طیب بنارسیؒ کے طور وطریق اندازِ وضع کو بہت پسند فرماتے تھے اور غایت درجہ نظرِ عنایت وشفقت رکھتے تھے، اور اُستاذ الفضلاءؒ اکثر شاہ طیبؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ "اس لڑکے سے مشیخت کی بو آتی ہے، ایک عالم اس کے انوار وبرکات سے حصہ پائے گا اور اس کا خاندان اس کی ذات سے روشن ہوگا"[2] بچپن میں اکثر لوگوں نے تہجد کے وقت شاہ طیبؒ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے ؎

گر صد ہزاراں قرن ہمہ خلق کائنات — فکرت کنند در صفت وذات اے خدا
آخر بعجز معترف آیند کہ اے الٰہ — دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

۱؎ مناقب العارفین ص ۴۔ و ۸۸۔ ۸۹۔

۲؎ مناقب العارفین ص ۴۔

(ترجمہ :۔ اے اللہ اگر آپ کی ذات و صفات میں کائنات کی ساری مخلوق سیکڑوں ہزاروں صدیوں تک بھی غور کرتی رہے تو آخر کار وہ عاجز ہو کر اعتراف کرے گی کہ اے اللہ ؟ یہی جانا گیا کہ اب تک ہم لوگوں نے کچھ نہیں جانا۔)

یہ اشعار آپ پڑھا کرتے اور چشم اشکبار رہا کرتی اِسی حالت میں صبح ہو جاتی اور نماز کا وقت آجاتا، شیخ نظام الدین بنارسیؒ کی درس گاہ سے فراغت کے بعد شیرازِ ہند جونپور تشریف لے گئے اور افضل العصر شیخ نور اللہ[1] انصاری ہرویؒ کی خدمتِ اقدس میں رہ کر شرحِ وقایہ، حسامی، رفقہ، اصولِ فقہ کی کتابوں کو مکمل فرمایا[2] ایامِ طالب علمی ہی میں باطنی (۳) احسان و تصوف صلاحیت اور روحانی استعداد نکھرتی اور سنورتی معلوم ہونے لگی تھی وہ بایں طور کہ جب شاہ طیب بنارسیؒ شیرازِ ہند جونپور میں شیخ نور اللہ کے دریائے علم سے اپنی تشنگی بجھا رہے تھے ناگہاں شیخ وقت مرشدِ طریقت مخدوم العلما حضرت مولانا خواجہ کلاںؒ[3]

---

[1] شیخ نور اللہ انصاریؒ حضرت ملا عبد الجلیل جونپوریؒ کے برادرِ خورد اور تلمیذ تھے، علماء میں افضل تھے، علمِ ظاہر و باطن میں فاضل و کامل تھے، ہمیشہ مطالعہ کتب و درس و تدریس میں مشغول رہتے، کمالاتِ علمی میں آپ کی شہرت تمام جگہ تھی، سلطنتِ اورنگ زیبؒ میں مختلف صوبوں کی صدارت فرمائی، ۱۰۲۲ھ میں آپ نے وفات پائی مزار جونپور میں ہے (تاریخ شیرازِ ہند جونپور ص ۱۸۷)

[2] مناقب العارفین ص ۴۔

[3] مولانا خواجہ کلاں جھوسوی الہ آبادیؒ اسد العلما حضرت شیخ نصر الدین جھوسویؒ کے صاحبزادے ہیں صدیقی الاصل ہیں، شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ بایں القاب آپ کا تذکرہ فرماتے ہیں "آں قدوۂ مشائخ زماں، آں امام علمائے جہاں، استاد اربابِ شریعت، آں مرشدِ اصحابِ طریقت، آں کاشفِ اسرارِ حقیقت، آں موصوف بخلق احسان، آں قبلۂ اہلِ زمین و زمان الخ"، صرف و نحو اصولِ فقہ و فقہ کی اکثر کتابیں اپنے والد حضرت شیخ نصر الدین اسد العلماؒ سے پڑھیں اصولِ فقہ کی مشہور ترین کتاب "حسامی" کی تعلیم جب اپنے والد اسد العلماؒ سے حاصل کر رہے تھے تو ایک جوانمرد فاضل اور شیر شاہ سوری کا مقرب جن کا نام نامی "شیخ پیارے" تھا اسد العلماؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو مولانا خواجہ کلاںؒ کے ہاتھ میں "حسامی" دیکھا شیخ پیارے نے دریافت کیا کہ، آپ حسامی پڑھتے ہیں ؟ خواجہ کلاںؒ نے جواب دیا کہ ہاں ! شیخ فاضل پیارے نے کچھ اصولی سوالات حسامی سے کئے، مولانا خواجہ کلاںؒ جواب نہیں دے سکے اس لئے کہ تعلیم میں منہمک نہیں

اور آپ کے خلیفۂ اقدس سراج السالکین امام العارفین شیخ تاج الدین[1] جھوسویؒ دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رہتے تھے بلکہ شہزادگی اور پیرزادگی کے اثرات نمایاں تھے، اسدالعلماء شیخ نصرالدینؒ نے جب دیکھا کہ خواجہ کلاںؒ جواب نہیں دے سکے تو شیخ پیارے کے اُن ہی سوالات پر اشکالات و اعتراضات کی طوفانی بارش کر دی جس سے مناظرہ کی فضا پیدا ہو گئی اور خواجہ کلاں کی طرف سے توجہ ہٹ کر گفتگو تے باہمی مرکز ہو گئی مسلسل تین گھنٹہ کی مناظرہ بازی کے بعد مطلبِ حقیقی پر اتفاق ہوا [ارے تو والدِ محترم حضرت شیخ نصرالدینؒ کا لقب بھی تو اسدالعلماء تھا،] پھر ما حضر کے تناول اور طعام سے فراغت کے بعد شیخ پیارے تشریف لے گئے، اسدالعلماء نے مولانا خواجہ کلاںؒ سے فرمایا کہ "خوب عزتِ ما نگہداشتی"؟ خواجہ کلاں نے اُس وقت تو کوئی جواب نہیں دیا مگر تھوڑی دیر کے بعد والد صاحبؒ سے فرمایا کہ "گھر پر آرام و راحت کی وجہ سے تعلیم میں جد و جہد ہو ہی نہیں سکتی (اگرچہ تعلیمی سہولت یہاں پر میسر ہے، مجھے آپ جونپور رخصت کر دیجئے میں وہاں جا کر تعلیم میں محنت کروں گا" اس جواب سے اسدالعلماء خوش ہوئے اور دُعا دی فرمایا کہ:- جہاں تمہارا دل لگے شفیق اُستاد ملے وہاں جا سکتے ہو ہاں بہ ضرور ہے کہ اپنے عزیز اوقات کو کھیل کود اور بے کاری میں مت کاٹنا، اب مولانا خواجہ کلاں جونپور کے لئے روانہ ہو گئے مگر جونپور میں طبیعت لگتی ہی نہیں تھی تو وہاں سے شاہ پور چلے گئے وہاں افضل الوقت قاضی بیاری [کتاب میں بیاری عبارت لکھا ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ پیارے ہو یا قدیم رسم الخط کے مطابق بہاری ہو ۔ ۔] کی درس گاہ میں از سرِ نو تعلیم حاصل کی کافیہ، حاشیہ کافیہ، معانی، فقہ، اصولِ فقہ سب کتابیں پڑھیں اور خوب محنت کی، تقریباً پانچ سال کے بعد والد صاحب کی خدمت گرامی میں تشریف لائے اتفاقاً پھر وہی صاحب "شیخ پیارے" جو شاہ سوری کے مقرب اور فاضل گرامی، حضرت اسدالعلماء کی ملاقات و زیارت کے لئے وارد ہو گئے مولانا خواجہ کلاںؒ موجود ہی تھے پھر کچھ سوالات کر دئے "این مرتبہ وی چوں بحرِ امواج در جوش آمدہ و جواب شروع نمود آں فاضل متحیر تقریر وی شدہ در لجۂ حیرت اُفتاد"، مولانا خواجہ کلاں اس بار ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح جوش میں آ گئے اور جواب کی ایسی تقریر فرمائی کہ "فاضل شیخ پیارے" بحرِ حیرت کی بے انتہاء گہرائی میں غرق ہو گئے، مولانا خواجہ کلاںؒ نے شیخ پیارے کو خاموش کر دیا آگے وہ بات نہیں کر سکے، لیکن اُنھوں نے اعترافِ حقیقت کی بنیاد پر خواجہ کلاں کو آفریں اور شاد باشی دی اس بار تو اسدالعلماء بھی خوش ہو گئے۔ مولانا کلاں کو شرفِ ارادت و عقیدت تو حضرت شیخ حبیب اللہؒ سے حاصل ہے [جو شاہ طیب بنارسیؒ کے پردادا حضرت شیخ قطب فاروقیؒ اور شاہ طیبؒ کے حقیقی دادا حضرت شاہ حسن داؤدؒ کے خلیفہ تھے] مگر اسدالعلماء کی آغوشِ تربیت میں باطنی صلاحیت نکھری ہے، خرقہ اور خلافت اپنے والد اسدالعلماء ہی سے پایا ہے، مولانا کلاں عابد و زاہد تھے خُلقِ عظیم سے متصف تھے طبیعت میں سلامتی تھی، اکثر و بیشتر فقراء کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، مشاہدہ اور استغراق کی کیفیت اس قدر غالب تھی کہ وعظ و نصیحت جیسے اُمور میں نہیں مشغول ہو سکے، اسّی سال کی عمر پائی، جمعہ کے دن ۱۱۰۰ھ میں ذکر اللہ کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے، انا للہ الخ، آپ کے خلیفہ حضرت شیخ تاج الدین جھوسویؒ نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش شریف کو والدِ گرامی حضرت شیخ نصیرالدین اسدالعلماء کے پہلوئے مبارک میں جھوسی الہ آباد ہی میں دفن فرمایا، مناقب العارفین ص ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۵، ۶۶،

---

[1] حضرت شیخ تاج الدین جھوسویؒ بھی صدیقی الاصل ہیں، مولانا خواجہ کلاںؒ کے برادرِ عم ہیں، والدِ مکرم کا نام نامی شیخ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جونپور تشریف لے گئے، اور مولانا خواجہ کلاںؒ سے شاہ طیبؒ کو آغاز طالب علمی ہی سے عقیدت و محبت تھی، چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو ارادت کی آتش شوق بھڑک اٹھی، شاہ طیبؒ نے خواجہ کلاںؒ سے اپنی واردات و کیفیات بیان کیں اور بیعت کی درخواست کی، مولانا خواجہ کلاںؒ کی نگاہِ حقیقت شناس نے دیکھا کہ یہ جوہر قابل ہے چنانچہ مائل بہ کرم ہوتے اور بزرگانہ شفقتوں سے نواز کر اپنے سلسلۂ زریں میں داخل فرما کر اجازت بھی مرحمت فرما دی[1] مولانا کلاںؒ کی محبت و شفقت کے اثرات اور آپ سے بیعت ہونے کا شرف، بعد میں پیدا ہونے والی کیفیات و حالات کو شاہ طیب بنارسیؒ نے خود اپنی زبانی اپنے خلیفہ و خادم خاص شاہ محمد یٰسینؒ سے اس طرح بیان فرمایا کہ :- میری خواہش ایک عرصہ سے یہ بھی کہ اپنے جدِّ محترم حضرت شاہ حسن داؤد نا ردقی بنارسیؒ کے کسی خلیفہ سے بیعت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) منہاج الدینؒ بہت صالح اور متقی تھے، شیخ تاج الدینؒ کی والدہ ماجدہ آپ کے بچپن ہی میں انتقال فرما گئی تھیں، اس لئے مولانا خواجہ کلاںؒ نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا، اور بہت ہی محبت و شفقت سے پرورش کیا، والدِ محترم شیخ منہاج الدینؒ کے ایما پر صغر سنی ہی میں حضرت سید رکن الدین ابو الفتح فیض اللہ ظفر آبادیؒ سے شرفِ ارادت حاصل کر لیا تھا، سن بلوغ کو پہنچنے تک قرآن مجید و کتب فارسیہ کی تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے اور رسائل صرف وغیرہ اسد العلما حضرت شیخ نصیر الدینؒ سے پڑھا پھر شیراز ہند جونپور تشریف لے گئے وہاں شیخ نور اللہ انصاری ہرویؒ سے بقیہ علوم کی تکمیل فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانۂ رحمت سے علم لدنی بھی عطا فرمایا تھا، جتنے علوم آپ حاصل کرتے گئے سب کے دروازے آپ پر بہت جلد کھلتے چلے گئے، بے نظیر قوتِ حافظہ پائی تھی، شیخ ابو الفتح ظفر آبادیؒ سے مرید تھے ہی مولانا خواجہ کلاںؒ کی تربیت و تزکیہ نے اوجِ کمال پر پہنچا دیا، دونوں باکرامت ہستیوں کی خصوصی توجہ گرامی نے شیخ تاج الدینؒ کی ذاتِ اعلیٰ صفات کو درخشندہ و تابندہ بنا دیا تھا اس لئے دونوں ہی بزرگانِ دین نے آپ کو خلافت عطا فرما کر خلقِ خدا کی رشد و ہدایت کے لئے ولایت جھوسی الہ آباد پر مامور فرمایا وہیں سے آپ نے دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی، اور ہزاروں نے آپ سے راہِ ہدایت پائی، بادشاہ عالمگیر کے عہد میں ۱۰۸۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مزارِ مبارک جھوسی (ضلع الہ آباد) میں ہے۔ مناقب العارفین ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۵۷، ۶۴، ۶۵، تاریخ شیراز ہند جونپور ص ۹۷۹، ۹۸۰۔

[1] مناقب العارفین ص ۵،

سعادت اور روحانیت کی حقیقی دولت ملے چنانچہ وہ آج نصیب ہوئی کہ شاہ حسن داؤد فاروقیؒ میرے حقیقی دادا ہیں اور اُن کے خلیفۂ گرامی حضرت مولانا خواجہ کلاں جھوسویؒ ہیں، مگر اس دشتِ محبت میں قدم رکھنے کے بعد ہی سے یہ کیفیت پیدا ہوگئی کہ دِل دنیا سے اُچاٹ ہوگیا، ریاضاتِ شاقہ کی دشوار گذار گھاٹیاں سامنے آئیں اور اُنھیں پار کرنا پڑا، اکثر سرسبز و شاداب باغات کے لہلہاتے ہوتے سبزہ زاروں میں طبیعت سکون پاتی یا پھر گوشۂ عزلت میں لطف ملتا، ذکر اللہ کا سرور، عشقِ خداوندی کا کیف محسوس ہونے لگا، دیوانگی اور مستانگی کی یہ حالت ہوگئی کہ دِل کو آزارِ محبت کے مزے آنے لگے، اور قرآنِ پاک کی کثرت کی طرف رغبت پیدا ہوگئی میں ان ہی حالات سے دوچار تھا کہ میرے بعض احباب نے حج بیت اللہ کے لئے رختِ سفر باندھا مجھے بھی داعیہ ہوا اور تیاری کے بعد چل نکلنے والا ہی تھا کہ یک بیک الہامِ ربّانی ہوا کہ "ابھی آپ حج بیت اللہ اور طوافِ کعبہ کے لائق نہیں ہیں پہلے کسی مرشدِ طریقت اور اللہ والے کے پاس رہ کر معرفت کی تابانی حاصل کیجئے جب مکین کا عرفان نصیب ہوجائے تو زیارتِ مکاں اور اس عظیم سفر کا قصد فرمایئے" جب اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو سفرِ حج ملتوی کردیا۔

اور والدہ صاحبہ و پھوپھی صاحبہ سے رخصت و اجازت لے کر محلہ شیخ پورہ قصبہ جھوسی ضلع الٰہ آباد کا قصد کیا اور حضرت مولانا خواجہ کلاںؒ کی بارگاہِ عالی میں شرفیاب و قدمبوس ہوا۔ اور حقیقتِ حال بیان کی۔ مولانا بہت خوش ہوئے۔ اور تسلی و دلجوئی فرمائی۔ اس بار حاضری میں حضرت شیخ تاج الدین جھوسویؒ بھی شیخ پورہ حضرت خواجہ کیہاں تشریف فرما تھے۔ اور آپ سے بھی طالب علمی ہی کے ایام سے تعارف و ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ خدمتِ اقدس میں گیا تو بہت توجہ فرمائی۔ اور لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ اس مرتبہ کی حاضری میں چند روز مقیم رہ کر مستفیض ہوا۔ اور بنارس واپس چلا آیا۔ مگر دل بے قرار رہا۔ ملاقات کی آتشِ شوق تیز تر ہوگئی۔ اور پھر جلدی شیخ پورہ جھوسی روانہ ہوگیا۔ لیکن اس

دفعہ لباس فقیرانہ یعنی لنگی اور کلاہ زیب تن کئے ہوئے پیدل ہی چلا اور دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ جب ان دونوں اللہ والوں نے مجھے دیکھا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور بشارتیں سنائیں۔ اس بار میں نے بھی طویل قیام کیا۔ کبھی مولانا خواجہ کلاں سے مستفید ہوتا اور کبھی شیخ تاج الدین سے فیضیاب ہوتا۔ غرضیکہ اس طرح ایک عرصہ تک آمد و رفت و استفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔ منڈواڈیہہ سے شیخ پورہ حاضری میں کم و بیش ایک شب و روز صرف ہوتا۔ خدمتِ شیخ میں باریابی کی دھن اور لگن ایسی ہوتی کہ اثنائے راہ میں نہ کہیں آرام کرتا نہ کچھ کھاتا پیتا۔ صرف نماز پنجگانہ کی ادائیگی ہی کے لئے راہ میں توقف کرتا۔ دل کو قرار، راحت و طعام کا لطف تو شیخ کے قدموں ہی میں میسر آتا۔ شیخ تاج الدین جھوسوی سے متعلق ہونے کے بعد سے ہی میرے تزکیۂ باطن میں پوری طرح متوجہ اور مصروف تھے۔ ایک سال رمضان المبارک کے موقع پر حاضری ہوئی تو آخیر عشرۂ رمضان میں اسد العلماء حضرت شیخ نصر الدین کے روضۂ اقدس کے پاس اعتکاف کا حکم فرمایا۔ اس مرتبہ اپنی توجہ تام سے ترقی کی شاہراہ دکھادی۔ اور عید کے روز خواجگانِ چشت کا پیراہنِ خاص اور دیگر اذکار و ادعیہ کی تلقین فرما کر تکمیل کردی اور خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ پھر بنارس رخصت فرمایا۔ یعنی ولایتِ بنارس میں رشد و ہدایت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ اب جھوسی کا سفر کم سے کم کریں۔ طالبا دین کی خدمت اور سالکان راہِ خدا کی تربیت میں مشغول رہیں۔ میں بنارس خود ہی آیا کروں گا۔[۱]

شاہ طیبؒ بنارسیؒ کو اعمال و اوراد کی اجازت۔

(۴)۔ سفرِ دہلی | حضرت مولانا خواجہ کلاں جھوسویؒ اور سلاسلِ سہروردیہ و قادریہ کی اجازت و خلافت شیخ تاج الدین جھوسویؒ سے حاصل تھی، ان کمالات کی تحصیل کے بعد مشائخ طریقت کی زیارت کے لئے دہلی کا سفر فرمایا، اُس وقت وہاں پر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

[۱] مناقب العارفین ص ۷-۸-۹-۱۰،

قدس اللہ سرہٗ مرجع عوام وخواص تھے اللہ کی ایک مخلوق آپ کے علوم اور روحانیت کے دریائے ناپیدا کنار سے مستفیض وسیراب ہورہی تھی شاہ طیب بنارسیؒ بھی حضرت محدث دہلویؒ کی خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور استفادہ فرمایا شیخ محدث دہلویؒ نے سلسلۂ قادریہ کی خلافت واجازت بھی شاہ طیب بنارسیؒ کو عطا فرمائی[۱]

(۵) شجرۂ بیعت حضرت شاہ طیب بنارسیؒ کے ارادت وخلافت کا سلسلہ وشجرہ اس طرح ہے، شاہ طیب بنارسی من شیخہٖ تاج الدین جھوسوی من شیخہٖ مولانا خواجۂ کلاں من شیخہٖ وابیہٖ اسد العلماء نصر الدین جھوسوی من شیخہٖ شاہ حسن داؤد بنارسی من شیخہٖ وعمہٖ شیخ فرید قطب بنارسی من شیخہٖ خواجہ مبارک سوندھو بنارسی من شیخہٖ مخدوم محمد عیسیٰ تاج جونپوری من شیخہٖ شیخ فتح اللہ اودھی من شیخہٖ شیخ صدر الدین طبیب من شیخہٖ شیخ محمد نصیر الدین محمود چراغ دہلی من شیخہٖ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم الیٰ آخرہم۔

(۶) نکاح شاہ طیب بنارسیؒ خلوت پسند تھے، الگ تھلگ رہنے والا ذوق پایا تھا، مگر احباب وارباب حقوق نے آپ کی تنہائی کو پسند نہیں کیا بلکہ نکاح والی زندگی کو ترجیح دی تو شاہ طیب بنارسیؒ نے بھی اتباعِ سنت میں نکاح فرمایا[۲]، جب مولانا خواجہ کلاںؒ اور شیخ تاج الدین جھوسویؒ نے

(۷) مسندِ ارشاد حضرت شاہ طیب بنارسیؒ کو اجازت وخلافت سے نواز کر سرزمین بنارس کی طرف رخصت فرمایا تو شاہ صاحبؒ "منڈواڈیہہ" تشریف لائے اور کچھ مدت یہیں قیام فرمایا مگر جب جمعیتِ خاطر وہاں نصیب نہیں ہوئی تو آپ نے گنگا وجمنا کے سنگم اور پرانے قلعہ کے قریب کھنڈرات میں خانقاہ تعمیر کرائی اور وہیں مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے، عبادات وریاضات کو اپنا معمول بنایا، خدام ومعتقدین نے بھی کسبِ فیض اور قربتِ شیخ کے پیشِ نظر خانقاہ کے قریب ہی مکانات تعمیر کرا کے وہیں آباد ہوگئے[۳]، اس جگہ کا نام شاہ طیبؒ نے "شریعت آباد" رکھا[۴]، برنا ندی کے اس پار ہنوز یہ گاؤں اسی نام سے آباد ہے بنارس کے قدیم ترین

---

[۱] [۲] [۳] [۴] مناقب العارفین ص ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

اور معمر باشندے اس کی نشاندہی کرتے ہیں،

(۸) کمالات و کارنامے | اوائل میں شاہ طیب بنارسیؒ کو سماع کا ذوق تھا صالح قوال ہمراہ رہتے تھے مگر بعد میں باختیار خود اس کو ترک فرمادیا اور اس سے پرہیز کرنے لگے، ارشاد فرماتے کہ:- اب اس دور میں سماع نہیں سننا چاہئیے وہ اپنی کسی شرط پر باقی نہیں رہا، موافق یاران طریقت نہیں رہے قوالوں میں طمع پیدا ہوگئی ہے، فاسد حالات پیدا ہوگئے ہیں اس بنیاد پر یہ چیز طریقۂ صوفیاء و فقراء کے خلاف ہے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:- الآن اسمع من اللہ ولا احتاج الی السماع[1]، شاہ طیبؒ کو شریعتِ مقدسہ پر کمال استقامت کا درجہ حاصل تھا احکام شرع کے جاری کرنے میں بے تاب رہتے تھے، خلاف ورزی اور نافرمانی اسلام کو برداشت نہیں کرسکتے تھے، وہ بدعات و خرافات جو اُس وقت بنارس میں شیوع پذیر ہوگئی تھیں اُن سب کا آپ نے قلع قمع فرمایا۔ ایسی ایسی قبیح رسمیں مسلمانانِ بنارس میں اس دور میں موجود تھیں کہ اللہ کی پناہ۔ وہ رسومات خود بذاتہ اس طرف مشیر ہیں کہ ان کا وجود و جواز اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ رسوماتِ نکاح، رسوماتِ جلوہ و نقارہ و دہل وغیرہ مزامیر کا عمومی استعمال، لڑکی کی پیدائش میں بدترین خرافات، مصائب کے ایام میں مصیبت زدہ کے مکان پر عوام و خواص کا اجتماع، چالیس روز تک مصیبت زدہ کے گھر پر جمع رہنا۔ اور زمین ہی پر خصوصیت سے سونا، دسویں، بیسویں، چالیسویں، کا پُر تکلف کھانا پکوا کر صاحبِ حادثہ کی پریشانی میں اضافہ در اضافہ کا سبب بننا، مگر شاہ طیب بنارسیؒ کے مجاہدانہ کارناموں میں سے یہ ایک زریں کارنامہ ہے کہ اپنے رشد و ہدایت کے دورِ سعید میں ان تمام قبیح ترین رسومات و بدترین بدعات سے بنارس کی سرزمین کو پاک و صاف فرمایا۔ شاہ طیبؒ کی منجملہ کرامات کے ایک کرامت یہ بھی تھی کہ اہلِ بدعت اور خواہشاتِ نفسانی

---

[1] مناقب العارفین ص ۱۳۔ مولانا عبدالسلام نعمانی کہتے ہیں کہ سماع سے اسی توبہ کا اثر ہے کہ آج تک آپ کے سلسلہ میں موقوف ہے اور اس سلسلہ میں کوئی قوالی نہیں سنتا فالحمد للہ علیٰ ذالک مشائخ بنارس ص ۳۰

کے پرستار جان ودل سے آپ کی بات سنتے تھے آپ کے حکم کی فرمانبرداری شوق وذوق سے
کرتے تھے شاہ صاحبؒ کی مخالفت کے در پے نہیں ہوتے تھے ابتدا احوال میں تو اہلِ بدعات
کے ساتھ بہت ہی شدید تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں رسوخ تام حاصل
تھا اسی لئے ان امور کی انجام دہی میں بے اختیار ہو جاتے تھے، اگر کسی نے ڈھول یا مزامیر استعمال
کیا اور اُس کی آواز سن لی تو فوراً جا کر توڑ ڈالتے، اگر کسی کو نماز فجر کے وقت سوتا ہوا پاتے تو اُس
کے منہ پر پانی ڈال دیتے یا عصا ہوتا تو اُس سے جگا دیتے یا مار دیتے[1]، شاہ طیب بنارسیؒ
کو تصنیف وتالیف کا بھی ذوق تھا، آپ نے فقہ وتصوف کے مسائل جمع کر کے ایک
ضخیم کتاب "صلوٰۃ طیبی" تحریر فرمائی، چنانچہ مولانا رضا علی بنارسیؒ (م ۱۳۱۲ھ) نے اپنے
اکثر فتاویٰ میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے "فیوض الرضا" میں ایک جگہ اس طرح لکھا ہوا ہے "قال
العالم العامل العارف الکامل الفقیہ المحقق المدقق الشیخ الطیب البنارسی
فی الصلوٰۃ الطیبی[2] الخ شاہ طیبؒ جمعہ کی نماز اکبر بادشاہ کی تعمیر کردہ مسجد گیان باپی"
میں ادا فرماتے تھے اور منڈواڈیہہ سے گیان باپی اسی مقصد سے تشریف لاتے تھے ایک بار کا
واقعہ ہے کہ خطیب نے خطبہ میں اکبر بادشاہ کا نام لیا، شاہ طیب نے جوش میں آکر فرمایا کہ:-
خطبہ میں کافر کا نام لیتا ہے؟" اور خطیب کو منبر سے اُتار دینا چاہا اتفاق وقت سے مولانا
خواجہ کلاںؒ اور شیخ تاج الدین جھوسویؒ بھی وہاں موجود تھے شہر کے قاضی اور حکام شاہ طیب
بنارسیؒ کے رعب وجلال کی وجہ سے آپ سے تو کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکے ہاں اُن دونوں
بزرگوں سے ہمت کر کے کہا کہ ہم لوگ بادشاہ کے نوکر ہیں اگر اُس کو نام نہ لینے کی خبر لگ جائیگی
تو ہمارے مکانات کو تاراج کر دے گا اس گفتگو کے بعد مولانا خواجہ کلاںؒ نے شاہ طیبؒ کو ہدایت
فرمادی کہ موجودہ دور میں چونکہ بادشاہ کافر ہے اس لئے اب نمازِ جمعہ منڈواڈیہہ ہی میں ادا کر لی

---

[1] مناقب العارفین ص ۱۳ - ۴۲ - ۴۳ -

[2] فیوض الرضا ج ا ص ۵۳

جایا کرتے[1]، شریعت آباد گاؤں جسے شاہ طیبؒ نے خود ہی آباد فرمایا تھا زیادہ تر قیام آپ اُسی میں فرماتے اپنی خانقاہ میں طالبین کی تربیت فقراء کی خدمت میں مشغول رہتے، متوکل و قناعت پسند تھے، ایمان و احسان کی راہ میں پیش آنے والے سارے ہی مصائب و آلام خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے فاقہ کی بھی نوبت آتی، یارانِ طریقت سبزی، ترکاری، جنگلی میوہ ہی کھاکر رہ جاتے اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی رزق عطا فرماتا اُسی پر صابر و شاکر رہتے، ایک مدت کے بعد جب اللہ رب العزت نے شاہ صاحبؒ پر فتوحات کے دروازے کھولے ہیں تو انعامات خداوندی کی بارش ہونے لگی، مخلص احباب و مریدین کے ہدایا و تحائف آنے لگے، اُن تحائف و ہدایا کے معاملہ میں بھی شاہ طیب کا عجیب و غریب انداز و نظام تھا، کہ اولیں بار متعارف ہونے والے اگر کچھ پیش کرتے تو اس کو قبول نہیں کرتے تھے۔ امراء و مالداروں کے عطایا و ہدایا تو کبھی قبول ہی نہیں کئے۔ ہمیشہ رد ہی کیا ہاں محبِ مخلص مرید و جاں نثار جو ہوتا اس کی پیش کردہ اشیاء کو ضرور شرفِ قبولیت بخشتے۔ اور اس میں نصف خالص اپنے ذاتی اخراجات کے لئے مخصوص فرماتے۔ اور نصف کو خانقاہ کے مہمانوں، فقراء، مسافرین وغیرہ پر صرف فرماتے۔ شاہ طیبؒ بہت ہی خلیق و رحمدل انسان تھے۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ زار تھے۔ آپ کی بارگاہ میں تو رحمتِ الٰہی برستی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ کوئی سائل و محتاج خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا واردین و صادرینِ خانقاہ کی دلجوئی اور تسلی کرتے کمال توجہ سے پیش آتے۔ شاہ محمد یٰسینؒ کہتے ہیں کہ: شاہ طیب بنارسیؒ فقراء و اغنیاء کی جائے پناہ تھے۔ علماء و صلحاء کا مرجع تھے۔ مساکین کی تکیہ گاہ، مسافروں و غریبوں کی پشت پناہ تھے۔ ہر عاجز و دردمند کی اشک شوئی ہر ضعیف و ناتواں کے غم میں شرکت آپ کا شیوہ تھا۔ کبھی بھی کسی دنیادار عہدے دار یا حاکم و بادشاہ کے پاس نہیں گئے مگر جس کسی مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ کی حاجت روائی کے لئے

---

[1] ۔ مشائخ بنارس ص ۲۷ ۔

اضافہ فرمادیا۔ سب نے بخوشی اس کو پورا کیا۔ تقسیم وراثت میں کچھ جائداد بھی شاہ طیبؒ کو
ملی تھی مگر آپ نے اس اختلافی اور پریشان کن چیز کی طرف توجہ نہیں فرمائی بس خالص
اللہ کے لئے ہوگئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کا ہوگیا تھا[1]۔ طالب علموں کی ایک
جماعت ہمہ دم آپ کے پاس رہا کرتی جسے آپ علومِ دینیہ وکتب متداولہ کا درس
دیتے۔ اور ان سے بہت محبت و شفقت فرماتے[2]۔

معمولاتِ شب وروز شاہ صاحبؒ کے معمولاتِ شب وروز اس طرح سے تھے کہ نمازِ فجر
کے بعد جائے نماز پر بیٹھکر یا حجرۂ مقدسہ میں جاکر اوراد و وظائف میں مصروف ہوجاتے
مراقبہ فرماتے۔ نماز اشراق کے بعد تلاوتِ قرآن میں لگ جاتے۔ قرآن ہفتہ یا عشرہ
میں ایک ختم فرماتے۔ زوال کے وقت سے نمازِ ظہر تک قیلولہ فرماتے۔ نمازِ ظہر کے بعد
تھوڑی دیر تلاوتِ قرآن کرکے حاضرین و مریدین وطلبہ کو درس دیتے۔ درس سے
فراغت کے بعد تصنیف وتالیف ودیگر تحریرات میں مشغول ہوجاتے۔ یا اس درمیان
کوئی آگیا تو اس سے گفتگو کرتے اس کی دلجوئی کرتے۔ نمازِ عصر کے لئے نکلتے تو نمازِ
عصر ہی کے بعد مصلیٰ پر بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ مغرب کی نماز کے بعد نوافل واذکار کے بعد
گھر آتے اور ماحضر تناول فرماتے۔ کھانا کھانے کی عادت مغرب وعشاء کے مابین
ہی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد کثرت سے نوافل پڑھنے کا معمول خصوصی تھا۔ اس سے
فراغت کے بعد بستر پر تشریف لاتے۔ اور خواب استراحت فرماتے۔ جب شب کا
کچھ حصہ گذر جاتا تو بیدار ہوتے اور دوسرے مشاغل تہجد وغیرہ میں مصروف ہوجاتے
روزہ کے سلسلے میں "صوم داؤدی" پسند تھا یعنی ایک سال مسلسل روزہ رکھتے ایک
سال افطار سے رہتے۔ علاوہ ازیں جمعرات، جمعہ، دوشنبہ، یوم عاشورہ کے روزے
پابندی سے رکھتے۔ رمضان کے عشرۂ آخیرہ میں اعتکاف فرماتے۔ زندگی کے تمام

[1]۔ [2]: مناقب العارفین ص ۱۰، ۱۱،

شعبوں میں احتیاط و تقویٰ کا رنگ غالب تھا۔ لباس و طعام میں شبہ سے پرہیز کرتے۔ نوایجاد دین کے خلاف اشیاء کے استعمال سے اجتناب کی کوشش کرتے، لباس میں صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ و اولیاء اللہ کی پیروی کرتے، موٹا گزینہ کا لباس استعمال کرتے، جبّہ عمامہ استعمال کرتے، سبز رنگ زیادہ پسند تھا۔[۱] عمر کے آخری

(۱۰) وصال | سال وصال سے قبل جھوسی تشریف لے گئے تھے غالباً شوال کا مہینہ تھا عشاء کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے صحن مسجد میں وضو فرمایا کہ "درا ثناء وضو دست مبارک بر روش تحریمہ برداشت و بہ بانگ بلند اللہ اکبر گفت و جاں بدوست سپرد" یعنی درمیان وضو میں تکبیر تحریمہ کے طرز پر ہاتھ کانوں تک اٹھایا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور واصل بحق ہو گئے انا للہ الخ یہ حادثہ فاجعہ ماہ شوال روز دو شنبہ کی آخری شب ۱۱۸۸ھ کو پیش آیا شاہ طیبؒ کے خلیفہ شیخ ناصر الدینؒ وہاں موجود تھے جھوسی، مادپور، شیخ پورہ، کے متعلقین و مریدین جنھیں معلوم ہو سکا سب وہاں مسجد میں پہنچ گئے غسل و تجہیز و تکفین کا نظم کیا، حاضرین نے کہا کہ تدفین بھی جھوسی ہی میں ہونی چاہئے کیوں کہ شاہ صاحبؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ اگر جھوسی میں میرا انتقال ہو جائے تو شیخ تاج الدینؒ کے قدموں میں دفن کیا جائے، مگر خلیفہ شیخ ناصر الدینؒ نے غور و فکر کے بعد فرمایا کہ "جھوسی کی ولایت تو شیخ تاج الدینؒ کے برکات و انوار سے معمور ہے شاہ طیبؒ بنارس کے ہیں اور بنارس کی ولایت میں ہی آپ آسودۂ خواب رہیں گے اس لئے جنازہ منڈوا ڈیہہ جاتے گا"، شاہ محمد یسین بنارسیؒ فرماتے ہیں کہ:- میری بھی یہی خواہش تھی، حق تعالیٰ آں مخدوم شیخ ناصر الدینؒ کو "مقام عالی کرامت" عطا فرمائے کہ آپ نے اس فقیر (یعنی شاہ محمد یسینؒ) کی دلی تمنا کا خیال فرمایا اور اس رحمت عام کو سارے بنارس کے لئے فیض بخش و سایہ زن ہونے کا نظم فرمایا" غرضیکہ جب یہ حقیقت منظر عام پر آئی اور ارباب بصیرت پر منکشف ہوئی تو یاران طریقت نے جنازہ تشریف لانے

---

[۱] مناقب العارفین ص ۱۵

چھوٹی سے بنارس روانہ کردیا منگل کو منڈواڈیہہ پہنچ گیا، شیخ ناصرالدینؒ تو ہمراہ تھے ہی، اُسی دن منڈواڈیہہ میں یہ آفتاب عالمتاب روپوش ہوگیا، چہارشنبہ کے دن مزارِاقدس پر شاہ محمد یسین بنارسیؒ پہنچ گئے اُس کے دوسرے روز قطب الاقطاب دیوان عبدالرشید جونپوریؒ حاضر ہوگئے سب نے ایصالِ ثواب کیا جیسے جیسے لوگوں کو اطلاعات ملتی گئیں آتے گئے دیوان صاحبؒ نے تو شاہ یسینؒ کی بہت کافی دلجوئی فرمائی کیوں کہ ان پر زیادہ اثر تھا شاہؒ طیبؒ کے پروردہ تھے، دو تین روز کے بعد دیوان عبدالرشید جونپوریؒ اور شیخ ناصرالدینؒ اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے مگر شاہ محمد یسینؒ مزارِ مبارک کے قریب ہی رہ پڑے، فاضل لوقت شیخ مسعود اسودیؒ نے تاریخِ وصال کہی ہے ؎

شیخ روشن دِل کہ اہلِ عرش و فرش — نام پاکِ او بہ پاکی می برند
کرد چوں بر عالمِ بالا صعود — رخت خود بر عرشِ سبحانی فگند
یافت تاریخ عروجش اسودی — جلوہ گاہِ او شدہ عرشِ بلند[1]

(۱۱) خلفائے کرام | حضرت شاہ طیب بنارسی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے جتنے خلفا ہوئے ہیں سب کے سب آسمانِ ہدایت کے آفتاب و ماہتاب ہیں، قطب الارشاد ہیں، کامل و مکمل ہیں صاحبِ احوال و مقامات ہیں، جس میں مشاہیرِ خلفا کی فہرست اس طرح ہے (ضمناً و تعارفاً کچھ حالات بھی درج کئے جائیں گے)

(۱) شیخ ناصرالدینؒ :- حضرت مولانا خواجہ کلاںؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں عمر کے اعتبار سے اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے تھے مگر کمالات کے لحاظ سے کلاں تھے بچپن ہی سے مکارمِ اخلاق نہ خوش اطواری میں معروف تھے، شیخ تاج الدینؒ نے مولانا خواجہ کلاںؒ سے لے کر اپنی آغوشِ تربیت میں رکھا شیخ نے محبت و شفقت سے پرورش کیا اور قرآنِ پاک کی تعلیم دی پھر خصوصیت کے ساتھ شرفِ ارادت بخشا، اس کے بعد شاہ طیب بنارسیؒ

[1] مناقب العارفین ص ۲۷، ۲۹۔

کے ہمراہ بنارس چلے آئے اور آپ ہی سے صرف ونحو معانی کی کتابیں پڑھیں، طالب علمی کے ایام میں شاہ طیبؒ کی اس قدر خدمت کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی، اس کے بعد تکمیلِ علوم کے لئے جونپور تشریف لے گئے وہاں کے معروف اساتذہ سے اصولِ فقہ کتبِ تفاسیر و احادیث کا درس لے کر تکملہ فرما کر اتنی قابلیت و مہارت پیدا کر لی کہ اپنے وقت کے اربابِ فضل و کمال میں شمار ہونے لگے، جب جونپور سے جھوسی واپس آئے ہیں تو حضرت شیخ تاج الدین جھوسویؒ کو گدڑی کا لعل چمکتا ہوا نظر آیا تو خلافت و اجازت سے نوازا اس کے بعد شاہ طیبؒ کی خصوصی نگاہِ کرم سے مزید نکھار پیدا ہوا تو آپ نے بھی خلافت و اجازت سے مالامال کر دیا، شیخ ناصر الدینؒ پیرزادے تو تھے ہی شیخ وقت اور مرشدِ طریقت عالمِ شریعت واقفِ حقیقت بھی تھے، عبادت و ریاضت سے سارے اوقات معمور تھے[1]

(۲) قطب الاقطاب دیوان عبدالرشید جونپوریؒ :- شاہ محمد یسین بنارسیؒ آپ کو بایں القاب و آداب یاد فرماتے ہیں "فریدِ عصر است، وحیدِ دہر است، در شریعت استاد است، و در طریقت صاحبِ ارشاد، مخزنِ حقائق است، منبع دقائق، طالبِ مجاہدہ و صاحبِ مشاہدہ قطبِ ولایت است، و یگانۂ زماں، غوثِ وقت است، و قبلۂ جہاں زبدۃ الاخیار، عمدۃ الابرار میاں شیخ عبدالرشید جونپوری الخ نور اللہ مرقدہٗ۔ شیخ وقت محمد مصطفیٰ جونپوریؒ صاحبزادے ہیں، صغر سنی ہی میں والدِ محترم نے خلافت و اجازت کی نعمت سے نواز دیا تھا، ایک مدت تک تحصیلِ علم میں مشغول رہے کتبِ متداولہ کی تکمیل کے بعد منصبِ درس و تدریس پر فائز ہو گئے علوم کے بحرِ زخار تھے اپنے وقت کے معروف باکمال اُستاذ تھے، صوفیائے کرام و اولیاء اللہ سے بڑی گرویدگی تھی، کسی ولی اور صوفی کامل کا پتہ مل جاتا اُس سے ملاقات کے لئے پہنچ جاتے چوں کہ خورد سالگی میں والدِ گرامی نے اجازت

---

[1] مناقب العارفین ص ۱۶، ۴۸، ۴۹۔

عطا فرمادی تھی مگر باضابطہ طور سے منزلِ سلوک طے کرنے کا ذوق و داعیہ تھا، اس لئے شیخ کامل کی جستجو بھی رہی تو ایک مرتبہ شاہ طیب بنارسیؒ جونپور تشریف لے گئے دیوان عبدالرشید ملاقات کے لئے حاضر ہوتے مگر قلب شیخ کی جانب مائل نہیں ہوا، اس کے کچھ دنوں بعد کسی تقریب کے سلسلہ میں دیوان صاحبؒ منڈواڈیہہ تشریف لے گئے تو شاہ طیبؒ کی خدمت میں پھر حاضر ہوتے اور اس بار چند روز قیام بھی فرمایا، اب کی ملاقات وقیام نے قلب وذہن پر عقیدت و محبت کے گہرے نقوش چھوڑے، ذوقِ تصوف پیدا ہوا تدریسی خدمات ترک کر کے خدمتِ شیخ میں آکر قیام کرنے کا قصد کیا مگر شاہ طیب بنارسیؒ نے اس کو بالکل پسند نہیں فرمایا، بلکہ جونپور رخصت کر دیا اور تدریس کی بہت تاکید فرمائی کہ "بجائے وظیفہ صبح سبق یاراں گفتہ باشید کہ ایں ہم عبادت است"، صبح کو وظیفہ کی جگہ طلبہ کو سبق ہی پڑھائیں یہ بھی عبادت ہی ہے، چنانچہ دیوان صاحبؒ نے اس پر عمل کیا لیکن شاہ صاحب سے قلبی تعلق اور حاضری کا جذبہ مضطرب و بے قرار کرتا تھا تو جونپور سے منڈواڈیہہ یا شریعت آباد تشریف لاتے تھے اور فیوض و برکات سے مالامال ہو کر چلے جاتے، ایک سال رمضان المبارک کے موقع پر حاضر ہوتے تو شاہ صاحبؒ نے اعتکاف کا حکم دیا جس میں دیوان صاحب کو انوار و برکات سے معمور کر دیا اور عید کے روز خواجگانِ چشت کا پیراہنِ خاص عطا فرمایا اذکار و اوراد کی تلقین فرمائی، اجازت و خلافت سے نواز کر ولایتِ جون پور کی رشد و ہدایت کے لئے رخصت فرمایا[1]، جونپور میں خانقاہ رشیدیہ آپ ہی کی ہے۔ دیوان صاحب کا مزار رشید آباد جونپور میں ہے، راقم الحروف نے ۱۹۶۵ء جنوری میں پہلی بار خانقاہِ رشیدیہ کی زیارت کی حقیقۃً بزرگوں کے برکات اثرات محسوس ہوتے ہیں، مناقب العارفین کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ میں بھی ہے جس پر دیوان صاحبؒ کا حاشیہ ہے۔

---

[1] مناقب العارفین فارسی قلمی ص ۱۶، ۱۷۔

(۳) شاہ محمد لیسین بنارسیؒ :- آپ پندرہ سال کے ہی تھے کہ شاہ طیب بنارسیؒ کی آغوشِ تربیت میں آ گئے شروع کی تعلیم اور ارشاد و کنز الدقائق کا درس شاہ صاحبؒ ہی سے لیا، پھر آپ ہی کے حکم سے شاہ محمد لیسینؒ جونپور تشریف لے گئے وہاں افضل العلماء ملا محمد افضل جونپوریؒ اور قطب الاقطاب حضرت دیوان عبدالرشید جونپوریؒ میاں شیخ جمال اولیاء جونپوریؒ جیسے باکمال اساطینِ علم سے تحصیلِ علم کی نحو، منطق، فقہ، اصولِ فقہ، رسائلِ حکمت، ہدایہ اولین، بیضاوی شریف وغیرہ سب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر تکملہ فرما کر جونپور ہی سے فارغ ہوئے، تعلیمی راہ میں جد و جہد آٹھ سال فرمائی، سال میں ایک مرتبہ شاہ طیب بنارسیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور دو تین ماہ بنارس رہ کر آپ کی تعلیم و تربیت لطف و محبت شفقت و کرم سے مالامال ہو کر جونپور واپس چلے جاتے، چوں کہ مصارف و اخراجات ضروریاتِ زندگی کی اشیاء شاہ طیبؒ ہی پوری فرماتے تھے یہاں تک کہ شاہ لیسینؒ کے لئے بنارس سے جونپور کپڑے وغیرہ سب بھیجتے تھے، اولاد سے کہیں زیادہ مان جان تھی اس لئے شاہ لیسین صاحبؒ بھی شاہ طیب بنارسیؒ کو اپنا سب کچھ سمجھتے تھے، شاہ محمد لیسینؒ خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے سامنے بٹھا کر کھانا ناشتہ کھلاتے تھے اگر میں کم کھاتا تو فرماتے کہ اور کھاؤ میاں! کم کھانے سے کچھ ہو سکتا ہے، اور جز بی ورن میں دو بار کھانا کھانے کا امر فرماتے، ہاں نماز پنجگانہ اور تہجد کی تاکید بہت کرتے تھے، نوافل روزے سے منع کرتے اور فرماتے کہ یہ تمہارے مناسبِ حال نہیں ہیں ہاں فرض و واجب روزے ضرور رکھواتے، شاہ محمد لیسینؒ کی تحصیلِ علم غالباً اصولِ بزدوی کے درس کا زمانہ رہا ہوگا کہ اُس وقت آپ کی شادی بھی ہوئی، ۱۰۵۱ھ میں شاہ طیبؒ نے رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف کا حکم فرمایا اور عید کے روز خواجگانِ چشت کا پیراہن عطا فرمایا اذکار و اعمال کی تلقین فرمائی اور سہروردیہ قادریہ وغیرہ سلاسل کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی،[۱]

---

[۱] مناقب العارفین ص ۴۲-۱۷۲-

۱۰۵۵ھ میں شاہ طیب بنارسیؒ کا وصال ہوگیا تو شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ نے قطب الاقطاب دیوان عبدالرشید جونپوری کو اپنا سرپرست و بزرگ تسلیم کرلیا۔ استاذ تو پہلے ہی سے تھے۔ دیوان صاحبؒ بھی شاہ محمد یٰسینؒ پر کمالِ شفقت و توجہ فرماتے تھے[۱]۔ ۱۰۷۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ چودھری نبی احمد سندیلوی نے بحرِ ذخار کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کا مزار منڈواڈیہہ میں ہے[۲] لیکن مولانا عبدالسلام نعمانی، مولانا سید شاہ علی صاحب گورکھپوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "جوسی میں حضرت مخدوم شاہ تاج الدینؒ کے مزار سے متصل آپ کا (یعنی شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ) کا مزار ہے۔ اور یہی صحیح ہے"[۳]۔

مناقب العارفین فارسی میں آپ ہی کی تصنیف ہے جسے ۱۰۵۵ھ میں شاہ یٰسینؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں اکثر مشائخ چشت کے حالات و ملفوظات بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ کتاب کا نصف ابتدائی حصہ حضرت شاہ طیب بنارسیؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات و کمالات اور آپ کے خلفائے کرام و اساتذۂ عظام اور آپ کے مشائخِ طریقت نیز آپ کے مسترشدین کے احوال و کوائف سے پُر ہے۔ اور نصف آخر حصہ میں جن اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے فضل و کمال کا تذکرہ ہے اس کا زیادہ تر ماخذ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب اخبار الاخیار ہے۔ مناقب العارفین کی خصوصیت یہ ہے کہ شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ نے اکثر و بیشتر واقعات چشم دید لکھے ہیں۔ اور بہت سے مشائخِ طریقت سے خود شرفِ ملاقات حاصل کیا ہے۔ اس کتاب کا بنارس میں صرف ایک ہی نسخہ ہے۔ جو ۱۱۸۳ھ کا نقل کیا ہوا ہے۔ ناچیز تذکرہ نگار کے سامنے یہی منقولہ نسخہ ہے جس کی تلخیص و اقتباسات سے آپ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کتاب بخط شکستہ اور کرم خوردہ ہے۔ مطالعہ میں جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ اس کے صفحات مجموعی طور سے ۲۴۸ ہیں۔

---

[۱] مناقب العارفین ص ۲۳، ۱۷ [۲] مرقع بنارس ص ۲۴۱ [۳] مشائخ بنارس ص ۴۳

(۱۱) شیخ مصطفیٰ کاکوروی ؒ :- قصبہ کاکوری کے باشندہ ہیں اور وہاں کے شرفاء وصاحب اثر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ صالح و متقی صاحبِ فضل و کمال تھے۔ حضرت شاہ طیب بنارسیؒ سے کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور تکملہ کے بعد شاہ صاحب ہی سے تعلقِ بیعت پیدا کرکے ذوقِ تصوف پیدا کیا۔ اور منازلِ سلوک طے کیں مجاہدات وریاضات بہت کیں۔ زیادہ تر شاہ طیبؒ کے پاس ہی رہتے تھے۔ مکان یعنی کاکوری شریف بہت کم جاتے تھے۔ جب باطنی صلاحیت و تزکیہ باطن سے شرفیاب ہو گئے تو شاہ صاحبؒ نے خرقۂ خاص عطا فرما کر خلافت واجازت دی۔ اور طالبین کی تربیت وہدایت و تلقین کلمات کی تاکید فرمائی ایک مدت مدید کے بعد اس لازوال دولت و نعمت سے مالامال ہو کر جب اپنے وطن کاکوری شریف تشریف لے گئے ہیں تو اس دیار واطراف کے طالبین و مریدین کی رشد و ہدایت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص مقبولیت و مرجعیت بخشی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کی رحمت خاص نازل ہو رہی ہے۔ وہیں انتقال فرما کر واصل بحق ہوئے انا للہ الخ قدس اللہ سرہ و نور اللہ مرقدہٗ[1] شاہ طیب بنارسیؒ

(۱۲) مستفیدین و مسترشدین :- کے خلفائے کرام کی مذکورہ فہرست اور اُن کے ضمنی حالات و تعارفی کلمات کے بعد اربابِ تعلق و مریدین کا نمبر آتا ہے تو اُن کا کوئی شمار ہی نہیں ہے ہاں مندرجہ ذیل حضرات معروف ہیں، (۱) شیخ فاضل محمد علیؒ (۲) سید عبدالکریمؒ (وطن اول بریا وطن ثانی جھوسی) (۳) میاں شیخ عالمؒ :- آپ شاہ طیب بنارسیؒ کے عم محترم ہیں مرید تو حضرت شیخ تاج الدین جھوسویؒ سے ہیں مگر شاہ صاحبؒ سے استفادہ فرمایا ہے (۴) شیخ عبدالمومن کشمیری ثم بنارسی شاہ صاحبؒ سے مرید ہیں اور خادم خاص، (۵) خواجہ محمد طاہرؒ :- آپ شاہ طیبؒ کے خاندانی عزیز ہیں، (۶) شیخ حسن بنارسیؒ (۷) شیخ حسین بنارسیؒ[2]

[1] [2] مناقب العارفین ص ۵۳، ۵۱، ۱۹، ۲۰، ۲۱